مسجد کی پکار

تحریر: محمد عبداللہ

میں ایک پہلے وقتوں کی قدیم مسجد ہوں۔ میں نے اپنے اندر اللہ کی بندگی اور حصول علم کے لئے آنے والے سچے مومن بندوں کو دنیا میں سرفرازی اور آخرت میں جنت دلوائی۔ میری عمارت تو کوئی اتنی شاندار نہ تھی۔ لیکن میں نے بلند کردار، نامور، فاتح، مرد مومن تیار کئے۔

میری عمارت کہیں پہ سرکیوں کا چھپر اور پھٹی صفیں، کہیں میری عمارت بالے اور سرکیوں کی چھت، کچی دیواریں، کچا فرش، لکڑی کا نقش ونگار والا پرانا دروازہ، پانی کے لئے چھوٹی سی کھوئی، وضو کے لئے دو بوتے پانی ہودی میں ڈال کر لکڑی کی قلی کھول کر پانی استعمال ہوتا۔ روشنی کے لئے تیل سے جلنے والا چراغ ایک تاق میں پڑا ہوتا۔ جس کے دھوئیں سے محراب اور چھت بھی سیاہ ہو جاتی۔ میری بیرونی دیوار پر کھڑے ہو کر موذن اذان ادا کرتا۔

منہ اندھیرے اذان کی مسحور کن صدا بھلی لگتی جو خواب غفلت سے بیدار کرکے نئے عزم کے ساتھ مسلم کو اللہ کی بندگی کرکے دن کے آغاز کی دعوت دیتی۔ بوڑھے، جوان، بچے، امیر، غریب سب اللہ کی بندگی کے لئے جمع ہو جاتے۔ یہ جگہ سب کے لئے جائے ایمان جائے، پناہ جائے، سکون جائے، تعلیم وتربیت ہے یہاں پہنچ کر سب امتیاز مٹ جاتے۔ حرص وہوس کی دنیا سے رابطے کٹ جاتے۔ قربت الٰہی کے راستے کھل جاتے۔ کبھی کبھی کوئی پردیسی یا مسافر بھی آجاتا۔ یہاں آنے والے ایک دوسرے کے دکھ سکھ کے ساتھی ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کی ضروریات کا خیال رکھتے ہیں۔ انسان دوست اعتکاف کی حالت سے اٹھ کر بھی دوسرے کی ضرورت پوری کرنے والے، ایک دوسرے کے لئے بھلائی چاہنے والے خیر وبرکت کی دعائیں کرنے والے خندہ پیشانی اور مسکراہٹ سے پیش آنے والے، اگر کوئی نماز ادا کرنے نہ آتا تو اس کی خیریت دریافت کرنے اس کے گھر چلے جاتے۔

یہ اللہ کا گھر، پیار کا گھر، سب کا مشترکہ گھر، علم وفیض کا گھر، جہاں سے علم کا نور دور دور تک پھیلتا، دین حق کے متلاشی سینکڑوں میل کا سفر کرکے علم وفیض حاصل کرنے آتے۔ یہ سفر دشوار گزار، پرخطر، اور سالوں تک محیط ہوتے۔ لیکن دین حق کی جستجو اور طلب ان کو صعوبتوں کا احساس بھی نہ ہونے دیتی۔

فارغ التحصیل جب اپنی اپنی منزلوں کو واپس جاتے تو ہدایت سے دلوں کے چراغ روشن کرتے۔ان کی برکت سے ہدایت کے چشمے جاری ہوجاتے۔ وہ دنیا کے خداؤں سے منہ موڑ کر اپنی خواہش اور اناپسندی کے بتوں کو توڑ کر جب لوگوں کو رجوع الی اللہ کی دعوت دیتے تو کفر وشرک میں ڈوبے ہوئے انسان دین حق قبول کرکے دنیا اور آخرت میں فلاح پانے والے بن جاتے۔

میں نے بڑے بڑے بت شکن تیار کئے۔ صحراؤں میں گھوڑے دوڑانے والے، طوفانی موجوں کی پرواہ کئے بغیر دریاؤں سے گزر جانے والے، سمندروں میں گھوڑے ڈال دینے والے، دن کو گھوڑے پر سوار ہو کر فن سپہ گری کے جوہر دکھانے والے، رات کو مصلے پر اپنے اللہ کے حضور عجز وانکساری سے رو رو کر دعائیں کرتے۔ میں نے ایسے مرد مومن تیار کئے۔

لیکن آج:۔ بھی میں مسجد ہی ہوں۔ میرے مطلوب ومقصود کو لوگوں نے بھلا دیا۔ مجھ سے وہ کام نہیں لیا جاتا۔ جس کے لئے میں دنیا میں بنائی گئی تھی۔ اتحاد اور جماعیت پیدا کرنے والا اللہ کا گھر آج میری عالمگیر حیثیت کم کرکے میری پیشانی پر اپنے اپنے عقیدوں اور فرقوں کے مطابق نام لکھ دیئے گئے ہیں جن کی میں ہوں ان کو چھوڑ کر دوسرے عقیدے والے میرے پاس سے منہ پھیر کر گزر جاتے ہیں۔ ویسے بھی لوگوں نے میرے ہاں آمدورفت بہت کم کردی ہے۔

آج میں ایک عالی شان عمارت کا روپ دھار چکی ہوں۔ چپس اور سنگ مرمر کے نقش ونگار والے فرش پھر اوپر کارپٹ بچھے ہوئے، ڈیکوریٹڈ چھتیں، کئی کئی منزلہ بلند وبالا مینار بجلی

لاؤڈ سپیکر، گیس ہیٹر، گیزر اے سی اندر پنکھے باہر پنکھے، اعلیٰ کوالٹی کی ٹوٹیاں، لیٹرین، باتھ میں سنگ مرمر، چار چار گھڑیاں وقت کسی کا بھی نہیں ملتا، کبھی نہ مکمل ہونے والا تعمیر کا سلسلہ میرے ساتھ شروع ہو چکا ہے۔ جتنی میں خوبصورت اور عالی شان ہو چکی ہوں اتنے ہی میرے اندر آنے والوں کے دل سیاہ ہو چکے ہیں۔ "بہتر انسان وہ ہے جو دوسروں کے لئے بہتر ہے" یعنی عالمگیر قسم کے مسلمان لیکن اب مجھ میں مخصوص فرقہ کے مسلمان تیار کئے جاتے ہیں۔ جو تنگ نظر، فرقہ پرست بن کر نکلتے ہیں، اپنے عقائد دوسروں پر ٹھونسنے کے لئے سپیکروں کی تعداد بڑھائی جاتی ہے نہ کسی کے آرام کا خیال، نہ بیمار کا خیال نہ طالب علم کا خیال نہ کسی گھر میں نماز پڑھنے والے کا خیال، ایک مسجد میں جماعت کھڑی ہے، دوسری مسجد میں والاصلوۃ پڑھنے کے بہانے اپنی آرزوں کا اظہار کر رہا ہے۔ کھلے بندوں غیر ضروری سپیکروں کا استعمال جاری ہے۔ ایک مسجد میں جماعت کھڑی ہے تو دوسری مسجد والا درس شروع کر دیتا ہے۔

بڑے اچھے موضوعات پر کانفرنس کے نام پر ایک دوسرے کو خوب رگیدا جاتا ہے۔ مجھ میں جن سپیکروں پر قرآن درود وسلام پڑھا جاتا ہے۔ ضرورت پڑنے پر وہاں گالیاں بھی دے دی جاتی ہیں۔ محبت اور ایثار کی بجائے نفرتیں پھیلائی جاتی ہیں۔ کردار سازی کرکے بہترین امت تیار کرنے کی بجائے فرقہ پرست فورسز تیار کی جاتی ہیں۔ جو دشمن سے زیادہ آپس کی لڑائی میں کام آتی ہیں۔ اب تو مجھ میں صرف اور صرف نماز پڑھا دینے پر ہی اکتفا کر لیا گیا ہے۔ لوگ بھی اسے سننا پسند کرتے ہیں جو دوسرے فرقے کی دھجیاں اکھیڑ دے۔ جب یہ لوگ اصلی دین سے ہٹ گئے تو امت مسلمہ سے ملتوں میں بٹ گئے۔ آج دنیا جہاں میں مسلمان بے بسی۔ بے کسی، مظلومی، بدبختی، تباہ حالی کا شکار ہیں۔

میں تو اس بات پر حیران ہوں کہ ایک اللہ، ایک رسولؐ، ایک قرآن، ایک کعبے کو ماننے والے کیسے اپنی مرکزیت کھو کر افراتفری اور نفاق کا شکار ہو گئے۔ اب دنیا جہاں میں کہیں بھی مجھ پر ظلم ہوتا ہے۔ تو یہ لوگ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ آخر اتنے سنگ دل کیوں ہو گئے

ہیں۔ کیا جذبہ حریت ختم تو نہیں ہوگیا؟ کیا غیرت ایمانی مرتو نہیں گئی؟

قرطبہ میں مجھے بے پردہ ننگ دھڑنگ سیاحوں کے لئے کھول رکھا ہے، رنجیت سنگھ کے دور میں مجھ کو گھوڑوں کا اصطبل بنایا گیا۔ انگلینڈ میں اپنوں کے باہمی نفاق اور جھگڑوں کی وجہ سے غیروں نے مجھ پر تالے ڈال دیئے۔ اوسلو میں بھی میرے ساتھ ویسا ہی سلوک ہوا۔ سری لنکا میں مجھ میں آئے ہوئے نمازیوں پر گولیاں برسائی جاتی ہیں۔

حرمت والی مسجد اقصیٰ کو ۷۸۰ سال کے بعد اسرائیلیوں نے ۱۹۶۷ء میں طاقت سے مسلمانوں سے چھین لیا۔ ۲۶ سال سے یہودیوں کے قبضہ میں آکر کسی مرد مومن صلاح الدین ایوبی کا انتظار کر رہی ہے۔ بے بس، مجبور لاچار، فلسطینیوں نے اسرائیل سے معاہدہ کر کے میرے آزاد ہونے کے امکانات ختم کردیئے۔ کچھ عرصہ پہلے اسرائیلی آبادکاروں نے میرے ۷۰ نمازی شہید کر ڈالے، میرے جیسی ایک بابری مسجد جو کسی نئے بابر یا عالمگیر کا مدتوں انتظار کرتی رہی۔ جب ایسے لوگ پیدا نہ ہوئے تو مسلمانوں کے باہمی نفاق اور کمزوری کو بھانپ کر ہندوؤں نے شہید کر ڈالا۔ اب دہلی میں اور بھی مجھے برباد کرنے کی تیاریاں کی جارہی ہیں۔ میرے جیسی بے شمار مساجد بوسنیا میں اپنی تباہی اور بربادی کا رو رو کر حال بیان کر رہی ہیں۔ کوئی نور الدین زنگی یا خیر الدین باربروسہ پیدا نہیں ہو رہا۔

حضرت بل کے محاصرے پر عالم اسلام نے کیا قدم اٹھایا۔ مجھے تو دیکھ دیکھ کر رونا آرہا ہے۔ استنبول میں بڑی بڑی قدیم مساجد ویران پڑی ہیں اور تو اور پاکستان میں بھی رمضان المبارک میں کچھ بہار آتی ہے گیارہ ماہ خزاں کا دور دورہ رہتا ہے۔ یہاں بھی میری حرمت کی پاسداری کم ہی کی جاتی ہے۔ عین دوران بندگی نمازیوں پر گولیوں کے ساتھ بم بھی پھینکے جاتے ہیں اگر میں اپنے نمازیوں سے محروم ہوجاؤں یا کر دی جاؤں تو میں بھی ویران ہوں میری بربادیوں کی سزا آخرت میں تو ہے ہی دنیا میں بھی بھگتنا پڑے گی۔

کاش اب بھی آنے والے وقت کو پہنچان کر ہی مسلمان مجھ سے وہ کام لیں۔ جس